1963_2_475_483

2 ایس-سی-آر سپریم کورٹ رپورٹس 1963

ایس۔ایس۔گریوال

بنام

میسرز۔بھورا کانکنی کالریز

26اپریل1962

بی۔پی۔سنہا، سی جے، پی۔بی۔گجیندرگڈکر، کے۔این۔وانچو، این۔راجا گوپالا آیانگر اور ٹی۔ایل۔وینکتاراما ایئر، جسٹسز۔

کانیں۔حادیثہ-تحقیقاتی عدالت-اخراجات کی ادائیگی کا حکم جس کی مقدار متعین نہیں ہے-عدالت، اگر رپورٹ جمع کرنے پر فنکٹس آفسیو بن جاتی ہے-رقم کی مقدار کا اگلا حکم-اگر اس طرح کی مقدار کا طعین درست ہے-اسیسرز، اگر تحقیقاتی عدالت کے تمام احکامات میں شامل ہونا ضروری ہے-مائنز ایکٹ، 1952(35 آف 1952)، دفعہ 24-مائنز رولز، 1955، قائدہ 22۔

حکومت ہند نے مائنز ایکٹ 1952 کی دفعہ 24 کے تحت مدعا علیہ کی کولری میں ہونے والی تباہی کی تحقیقات کا حکم دیا۔کورٹ آف انکوائری نے 26 ستمبر 1955 کو اپنی رپورٹ پیش کی، اور پایا کہ یہ حادثہ انتظامیہ کی جانب سے لاپرواہی کی وجہ سے ہوا تھا اور اس لیے مالکان کو حکم دیا کہ وہ مائنز قائدے 1955 کے قائدہ 22 کے مطابق انکوائری کے اخراجات ادا کریں۔تاہم، رپورٹ میں ادا کیے جانے والے اخراجات کی رقم کی مقدار نہیں بتائی گئی تھی۔چیف انسپکٹر، مائنز کی درخواست پر، کورٹ آف انکوائری کے جج نے متعلقہ مساوی کو مناسب نوٹس دینے کے بعد 7 ستمبر 1956 کے اپنے حکم کے ذریعے اخراجات کی مقدار مقرر کی۔جواب دہندگان نے آئین کے آرٹیکل 226 کے تحت تین بنیادوں پر اخراجات کی مقدار کے حکم کو چیلنج کرتے ہوئے عرضی دائر کی-(1) کورٹ آف انکوائری اپنی رپورٹ پیش کرنے کے بعد باضابطہ طور پر فعال ہوگئی، اور اس لیے جج کے پاس اخراجات کی مقدار کا حکم جاری کرنے کا کوئی اختیار نہیں بچا تھا۔اگر مذکورہ حکم کو اخراجات دینے کے حکم کے جائزے کے طور پر مانا جائے تو یہ پھر بھی کالعدم ہوگا کیونکہ کورٹ آف انکوائری میں جائزے کا کوئی اختیار نہیں تھا:(3) جب اخراجات کی مقدار کا حکم منظور کیا گیا تو دونوں تشخیص کار موجود نہیں تھے اور انکوائری سے وابستہ نہیں تھے اس لیے جج اکیلے حکم نہیں دے سکتا تھا۔ہائی کورٹ نے رٹ پٹیشن کو منظور کرتے ہوئے مزید کہا کہ وہ 26 ستمبر 1955 کی اپنی رپورٹ میں جج کی طرف سے کیے گئے اخراجات سے متعلق حکم میں مداخلت نہیں کر رہی تھی۔

منعقد: یہ مانا گیا کہ جب اخراجات کی ادائیگی کا حکم کورٹ آف انکوائری کی رپورٹ میں رقم کی مقدار بتائے بغیر منظور کیا جاتا ہے، تو اس کا لازمی طور پر یہ مطلب ہوتا ہے کہ انکوائری کرنے کے لیے مقرر کردہ شخص بعد میں اس کے سامنے رکھے جانے والے مواد میں اخراجات کی مقدار کا تعین کرے گا کیونکہ بصورت دیگر اس طرح کا حکم مکمل طور پر ناگوار قرار دیا جائے گا۔ جہاں کوئی وقت مقرر نہیں کیا گیا تھا جس کے اندر کورٹ آف انکوائری کی طرف سے رپورٹ پیش کی جانی تھی، یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جس مدت کے لیے کورٹ آف انکوائری کا تقرر کیا گیا تھا وہ لازمی طور پر رپورٹ پیش کرنے کے ساتھ ہی ختم ہو گیا اور یہ کورٹ آف انکوائری باضابطہ طور پر کام کرنے والی بن گئی۔

منعقد: مزید کہا گیا کہ جب رپورٹ میں خود اخراجات کی ادائیگی کا حکم ہوتا ہے، تو بعد کا حکم محض پہلے کے حکم کی مقدار ہے اور اس کے برابر ہوگا جو عدالتوں میں روزانہ ہوتا ہے جو اخراجات کے ساتھ حکم دیتا ہے۔ فیصلہ دیتے وقت عدالتیں فیصلے میں لاگت کی مقدار کا تعین نہیں کرتی ہیں۔ لہذا 7 ستمبر 1956 کے حکم کو 26 ستمبر 1955 کی رپورٹ میں منظور کردہ حکم کے جائزے یا کسی تبدیلی کے طور پر نہیں مانا جا سکتا، جسے جج کے پاس منظور کرنے کا کوئی اختیار نہیں تھا۔

منعقد: یہ بھی کہا گیا کہ اخراجات کی مقدار کا تعین کرنا کورٹ آف انکوائری کے جج کے لیے کھلا ہے اور یہ ضروری نہیں کہ اس مرحلے پر تشخیص کاروں کو اس کے ساتھ منسلک کیا جائے۔ ایکٹ کے دفعہ (1) 24 کے تحت، انکوائری اس مقصد کے لیے ایک اہل شخص کے ذریعے کی جاتی ہے، اور انکوائری کرنے میں اس شخص کی مدد کے لیے تشخیص کاروں کا تقرر کیا جاتا ہے اور تشخیص کاروں کو وزارتی حکم کی نوعیت کے تمام احکامات میں اس کے ساتھ منسلک ہونے کی ضرورت نہیں ہے اور اخراجات کی مقدار کو وزارتی نوعیت کے حکم کے طور پر ماننا چاہیے۔

دیوانی اپیلٹ کا دائرہ اختیار: دیوانی اپیل نمبر۔526/59

1956 کے متفرق عدالتی کیس نمبر 940 میں پٹنہ ہائی کورٹ کے 3 مارچ 1958 کے فیصلے اور حکم سے خصوصی اجازت کے ذریعے اپیل۔

اپیل کنندہ کی طرف سے بی۔کے۔کھنہ اور پی۔ڈی۔مینن۔

پی۔کے۔چٹرجی، جواب دہندگان کے لیے۔

26 اپریل 1962۔عدالت کا فیصلہ اس کے ذریعے دیا گیا

وانچو، جسٹس۔-یہ پٹنہ ہائی کورٹ کے فیصلے کے خلاف خصوصی اجازت کی طرف سے اپیل

ہے۔ موجودہ مقاصد کے لیے ضروری مختصر حقائق یہ ہیں۔ دھنباد ضلع میں ایک کوئلے کی کان کنی ہے جسے ارل آباد کوئلے کی کان کنی کے نام سے جانا جاتا ہے جس کے مالک جواب دہندگان ہیں۔ 5 فروری 1955 کو کوئلے کی کان کنی میں ایک حادثہ پیش آیا جس کے نتیجے میں 52 افراد اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ نتیجتاً، حکومت ہند نے 1962 کے مائنز ایکٹ نمبر 35 (جسے اس کے بعد ایکٹ کہا گیا ہے) کی دفعہ 24 کے تحت تباہی کی تحقیقات کا حکم دیا۔ مسٹر جسٹس بی پی جمور اور دو افراد پر مشتمل کورٹ آف انکوائری کو بطور تشخیص کاران کی مدد کے لیے مقرر کیا گیا تھا۔ کورٹ آف انکوائری نے 26 ستمبر 1955 کو اپنی رپورٹ پیش کی، جو 17 دسمبر 1955 کو شائع ہوئی۔ کورٹ آف انکوائری کے سامنے ایک سوال اٹھایا گیا کہ کیا انتظامیہ کو انکوائری کے اخراجات ادا کرنے کا حکم دیا جانا چاہیے جیسا کہ فراہم کیا گیا ہے۔ مائنز رولز، 1955 کا قاعدہ 22، (جسے اس کے بعد قواعد کہا گیا ہے)، جس میں کہا گیا ہے کہ "اگر کورٹ آف انکوائری کو پتہ چلتا ہے کہ حادثہ انتظامیہ کی طرف سے کسی لاپرواہی یا لاپرواہی کی وجہ سے ہوا ہے تو عدالت کان کے مالکان کو ہدایت دے سکتی ہے کہ وہ انکوائری کے اخراجات کے تمام یا کسی بھی حصے کو اس انداز میں اور اس وقت کے اندر ادا کریں جو عدالت بتائے۔ کورٹ آف انکوائری نے اپنی رپورٹ میں پایا کہ حادثہ انتظامیہ کی جانب سے لاپرواہی کی وجہ سے ہوا اور اس لیے مالکان کو انکوائری کے اخراجات ادا کرنے کا حکم دیا۔ تاہم 26 ستمبر 1955 کی رپورٹ میں ادا کیے جانے والے اخراجات کی رقم کی مقدار نہیں بتائی گئی تھی۔

27 جولائی 1956 کو چیف انسپکٹر آف مائنز نے مسٹر جسٹس جمور سے درخواست کی کہ اخراجات کی رقم متعین کی جائے اور اس کی ادائیگی کا طریقہ اور ادائیگی کا وقت طے کیا جائے۔ اس کے بعد متعلقہ فریقین کو نوٹس جاری کیے گئے اور 7 ستمبر 1956 کو جسٹس جمور نے مالکان کو حکم دیا کہ وہ حکم کی تاریخ سے دو ماہ کے اندر انکوائری کے اخراجات کے طور پر 17,778 روپے ادا کریں۔ اس کے بعد جواب دہندگان کی طرف سے 7 ستمبر 1956 کے حکم کو چیلنج کرتے ہوئے آئین کے آرٹیکل 226 کے تحت ایک درخواست دائر کی گئی۔ اس میں یہ تسلیم کیا گیا کہ قواعد کا قاعدہ 22 کورٹ آف انکوائری کو یہ اختیار دیتا ہے کہ وہ مالک کو اس وقت کے اندر انکوائری کے تمام یا کسی بھی حصے کی ادائیگی کرنے کی ہدایت کرے جو عدالت متعین کرے۔ لیکن اس معاملے میں منظور کیے گئے حکم کو تین بنیادوں پر چیلنج کیا گیا، پہلا یہ کہ 26 ستمبر 1955 کو اپنی رپورٹ پیش کرنے کے بعد کورٹ آف انکوائری فنکٹس آفیشیو بن گئی اور اس لیے مسٹر جسٹس جمور کے پاس 7 ستمبر 1959 کا حکم منظور کرنے کا کوئی اختیار نہیں بچا تھا۔ یہ بھی دعوی کیا گیا کہ اگر 7 ستمبر 1956 کے حکم کو 26 ستمبر 1956 کے حکم کے جائزے کے طور پر مانا جائے تو یہ پھر بھی کالعدم ہوگا، کیونکہ کورٹ آف انکوائری میں نظر ثانی کا کوئی اختیار

نہیں ہے۔ آخر میں، اس بات پر زور دیا گیا کہ جب 7 ستمبر 1956 کا حکم منظور کیا گیا تھا، تو تشخیص کار موجود نہیں تھے اور تحقیقات سے وابستہ نہیں تھے اور اس وجہ سے مسٹر جسٹس جمورا کیلئے حکم منظور نہیں کر سکتے تھے۔ ان تینوں دلائل کو ہائی کورٹ نے قبول کر لیا اور اس نے رٹ پٹیشن کی اجازت دیتے ہوئے مزید کہا کہ یہ جسٹس جمور کی 26 ستمبر 1955 کی اپنی رپورٹ میں کیے گئے اخراجات سے متعلق حکم میں مداخلت نہیں کر رہی تھی۔ یہ ہائی کورٹ کا یہ حکم ہے، جسے ہمارے سامنے چیلنج کیا جا رہا ہے۔

جواب دہندگان کی جانب سے بنیادی دلیل یہ ہے کہ چونکہ 26 ستمبر 1955 کی رپورٹ کے بعد کورٹ آف انکوائری فنکٹس آفیشیو بن گئی تھی، اس لیے مسٹر جسٹس جمور کے لیے 7 ستمبر 1956 کے حکم سے اخراجات کی مقدار طے کرنے کا اختیار نہیں تھا۔ اس اہم دلیل پر غور کرنے سے پہلے ہمیں ہائی کورٹ کے سامنے کی گئی دیگر دو عرضیوں کو مختصر طور پر نمٹانا چاہیے جنہیں اس نے بھی قبول کر لیا تھا۔ ان تنازعات میں سے پہلا یہ ہے کہ 7 ستمبر 1957 کا حکم نظر ثانی کا حکم ہے اور چونکہ کورٹ آف انکوائری کو نظر ثانی کا کوئی اختیار نہیں دیا گیا ہے۔ مسٹر جسٹس جمور کے پاس یہ حکم منظور کرنے کا کوئی اختیار نہیں تھا۔ یہ کہنا کافی ہے کہ 7 ستمبر 1956 کے حکم کو جائزے کا حکم نہیں کہا جا سکتا۔ ہم پہلے ہی نشاندہی کر چکے ہیں کہ مالکان کو انکوائری کے اخراجات ادا کرنے کا حکم پہلے ہی 26 ستمبر 1955 کی رپورٹ میں شامل کیا گیا تھا، حالانکہ اس کی مقدار نہیں بتائی گئی تھی۔ 7 ستمبر 1956 کے حکم نامے میں صرف اخراجات کی مقدار کا تعین کیا گیا ہے۔ لہذا، اس حکم کو 26 ستمبر 1955 کی رپورٹ میں منظور کردہ حکم کے جائزے یا کسی تبدیلی کے طور پر نہیں مانا جا سکتا۔ اگر 26 ستمبر 1955 کی رپورٹ میں اخراجات کی ادائیگی کے بارے میں کوئی حکم نہ دیا جاتا تو یہ ایک مختلف معاملہ ہوتا۔ اس صورت میں جواب دہندگان کے لیے یہ بحث کرنا ممکن ہو سکتا ہے کہ بعد کا حکم ایک حکم تھا جس میں رپورٹ میں اخراجات کے حوالے سے حکم منظور کرنے میں ناکامی کا جائزہ لیا گیا تھا۔ لیکن جب رپورٹ میں خود اخراجات کی ادائیگی کا حکم موجود ہوتا ہے، تو بعد کا حکم محض اس حکم کی مقدار ہے اور اس کے برابر ہوگا جو ہر روز عدالتوں میں ہوتا ہے جو اخراجات کے ساتھ فرمان پاس کرتی ہیں۔ فیصلہ دیتے وقت عدالتیں فیصلے میں اخراجات کی مقدار کا تعین نہیں کرتی ہیں۔ یہ مقدار بعد میں عدالت کے دفتر میں کی جاتی ہے اور اگر اس کے بارے میں کوئی تنازعہ ہے تو عدالت اس تنازعہ کو حل کرتی ہے اور پھر حکم نامے یا حتمی حکم میں لاگت کو شامل کرتی ہے۔ موجودہ معاملے میں جو کچھ ہوا ہے وہ کچھ ایسا ہی ہے اور مسٹر جسٹس جمور کے 7 ستمبر 1956 کے حکم کو حالات میں نظر ثانی کا حکم نہیں کہا جا سکتا جسے منظور کرنے کا ان کے پاس کوئی اختیار نہیں تھا۔ اس لیے اس عنوان کے تحت تنازعہ کو ناکام ہونا چاہیے۔

اب دوسری دلیل کی طرف رخ کرتے ہوئے، یعنی کہ 7 ستمبر 1956 کا حکم برا تھا، کیونکہ حکم منظور ہونے کے وقت دونوں تشخیص کار مسٹر جسٹس جمور سے وابستہ نہیں تھے، یہ کہنا کافی ہے کہ دفعہ (1)24 کے تحت تفتیش ایک قابل شخص کے ذریعے کی جاتی ہے جسے مقصد کے لیے مقرر کیا جاتا ہے اور تشخیص کار کو تفتیش کے لیے مقرر کردہ شخص کی مدد کے لیے مقرر کیا جاتا ہے۔ اس کے باوجود، جو شخص تفتیش کرتا ہے وہ ایسا کرنے کے لیے مقرر کردہ شخص ہے اور ہماری رائے میں تشخیص کاروں کو ان تمام احکامات میں اس کے ساتھ منسلک ہونے کی ضرورت نہیں ہے جو وزارتی احکامات کی نوعیت کے ہیں اور اخراجات کی مقدار کو وزارتی نوعیت کے حکم کے طور پر سمجھا جانا چاہیے۔ یہ متنازعہ نہیں ہے کہ 26 ستمبر 1955 کی رپورٹ کے وقت تشخیص کار مسٹر جسٹس جمور سے وابستہ تھے اور یہ حکم دیا گیا تھا کہ مالکان انکوائری کے اخراجات ادا کریں۔ یہ ہماری رائے میں اخراجات کی ادائیگی کے حوالے سے کورٹ آف انکوائری کا حکم تھا اور اس میں تشخیص کار وابستہ تھے۔ بعد کا حکم محض اس کی مقدار کا تعین تھا اور ہماری رائے میں یہ ضروری نہیں تھا کہ اس مرحلے پر بھی تشخیص کاروں کو منسلک کیا جائے، کیونکہ مقدار کا حکم کم و بیش وزارتی نوعیت کا ہے اور اس شخص کے ذریعہ بنایا گیا تھا جسے انکوائری کرنے کے لیے مقرر کیا گیا تھا۔ ان حالات میں ہماری رائے ہے کہ یہ حقیقت کہ 7 ستمبر 1956 کا حکم صرف مسٹر جسٹس جمور نے منظور کیا تھا اور تشخیص کنندگان اس سے وابستہ نہیں تھے، اسے غلط نہیں بنائے گا کیونکہ یہ محض 26 ستمبر 1956 کی رپورٹ کے حکم پر عمل پیرا تھا جس کے ذریعے مالکان کو انکوائری کے اخراجات ادا کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور اس حکم میں تشخیص کنندگان منسلک تھے۔ اس عنوان 1 پر تنازعہ بھی اس لیے ناکام ہونا چاہیے۔

یہ ہمیں جواب دہندگان کی جانب سے اٹھائی گئی بنیادی دلیل کی طرف لے جاتا ہے، یعنی کہ 26 ستمبر 1955 کو جب رپورٹ تیار کی گئی تو کورٹ آف انکوائری فنکٹس آفیشیو بن گئی، اور اس کے بعد مسٹر جسٹس جمور کے لیے اخراجات کی مقدار کا تعین کرنے کا کوئی حکم منظور کرنے کا اختیار نہیں تھا۔ اب یہ تنازعہ میں نہیں ہے کہ کوئی وقت مقرر نہیں تھا جس کے اندر کورٹ آف انکوائری کو رپورٹ پیش کرنی تھی۔ لہذا، یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جس مدت کے لیے کورٹ آف انکوائری کا تقرر کیا گیا تھا وہ لازمی طور پر 26 ستمبر 1955 کو ختم ہو گیا تھا، اور اس لیے اس تاریخ کو کورٹ آف انکوائری فنکٹس آفیشیو بن گئی۔ اگر کورٹ آف انکوائری نے 26 ستمبر 1955 کو اس معاملے میں اپنی رپورٹ پیش کرتے وقت مالکان کو انکوائری کے اخراجات ادا کرنے کا حکم دیا تھا اور مزید کہا تھا کہ اخراجات کی مقدار بعد میں انکوائری کرنے والا شخص طے کرے گا تو ممکنہ طور پر یہ دلیل نہیں دی جا سکتی کہ وہ اس شخص کے لیے کھلا نہیں تھا جسے بعد میں اخراجات کی مقدار کے لیے انکوائری کرنے کے لیے

مقرر کیا گیا تھا۔لیکن کہا جاتا ہے کہ اس معاملے میں اگر چہ کورٹ آف انکوائری نے حکم دیا کہ اخراجات مالکان کے ذریعے ادا کیے جائیں لیکن رپورٹ میں یہ نہیں کہا گیا کہ ادا کیے جانے والے اخراجات کی مقدار بعد میں انکوائری کے لیے مقرر کردہ شخص کے ذریعے متعین کی جائے گی۔ بلاشبہ ایسا ہی ہے۔لیکن ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ 26 ستمبر 1955 کی رپورٹ میں جس حکم کے ذریعے مالکان کو انکوائری کے اخراجات ادا کرنے کا حکم دیا گیا تھا، اس کا کیا مطلب ہے۔ یہ واضح ہے کہ کورٹ آف انکوائری کا ارادہ یہ تھا کہ مالکان اخراجات ادا کریں۔ عام طور پر اس مرحلے پر انکوائری میں ہونے والے اخراجات کی مقدار کا تعین کرنا ممکن نہیں ہوسکتا ہے اور اخراجات کی مقدار عام طور پر رپورٹ پیش کرنے کے بعد ہوتی ہے۔اس لیے ہمیں یہ واضح نظر آتا ہے کہ جب کورٹ آف انکوائری یہ حکم دیتی ہے کہ مالکان اخراجات ادا کریں گے تو اس طرح کے حکم میں لازمی طور پر یہ مضمر ہوتا ہے کہ انکوائری کرنے کے لیے مقرر کردہ شخص بعد میں ضروری مواد پیش کرنے کے بعد اخراجات کی مقدار طے کرے گا۔اس معاملے میں بالکل ایسا ہی ہوا۔کورٹ آف انکوائری کے اس حکم کے بعد کہ مالکان اخراجات ادا کریں، چیف انسپکٹر آف مائنز کو معلوم ہوا، انہوں نے درخواست کی کہ اخراجات کی مقدار مقرر کی جائے اور مسٹر جسٹس جمور نے ایسا کرتے ہوئے حکم منظور کیا۔لہذا یہ حکم جو 7 ستمبر 1956 کو منظور کیا گیا تھا، محض اس کے نتیجے میں دیا گیا حکم تھا جس کا فیصلہ کورٹ آف انکوائری نے 26 ستمبر 1955 کو کیا تھا اور ہمارے خیال میں 26 ستمبر 1955 کے پہلے حکم میں لازمی طور پر اس بات کا عندیہ دیا گیا تھا کہ انکوائری کرنے کے لیے مقرر کردہ شخص جیسے ہی اس مقصد کے لیے مواد اس کے سامنے رکھا جائے گا، اخراجات کی مقدار کا تعین کرے گا۔اس لیے 26 ستمبر 1955 کی رپورٹ میں اتنے الفاظ میں یہ کہنا ضروری نہیں تھا کہ اخراجات کی مقدار بعد میں انکوائری کرنے کے لیے مقرر کردہ شخص کے ذریعے اس کے سامنے رکھے جانے والے مواد پر متعین کی جائے گی۔اگر یہ 26 ستمبر 1955 کو منظور کیے گئے حکم میں مضمر نہ ہوتا تو یہ حکم مکمل طور پر بیکار ہوتا کیونکہ اس میں اس رقم کی وضاحت نہیں ہوتی جو اخراجات کے طور پر وصول کی جاسکتی تھی۔لہذا ہماری رائے ہے کہ جب اس طرح کا حکم کورٹ آف انکوائری کی رپورٹ میں منظور کیا جاتا ہے تو اس کا لازمی طور پر یہ مطلب ہوتا ہے کہ انکوائری کرنے کے لیے مقرر کردہ شخص بعد میں اس کے سامنے رکھے جانے والے مواد پر ہونے والے اخراجات کا تعین کرے گا، بصورت دیگر اس طرح کے حکم کو مکمل طور پر ناگوار قرار دیا جائے گا۔لہذا، جب تک کہ ہمیں دفعہ 24 میں کوئی ایسی چیز نہیں ملتی ہے جو انکوائری کرنے کے لیے مقرر کردہ شخص کے ذریعے بعد میں اس طرح کے مقدار کے حکم کو منظور کرنے سے پہلے ہوتی ہے، ہمیں کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ اس طرح کی مقدار بعد میں کیوں نہیں کی جانی چاہیے۔ہم نے یہ بھی نشاندہی کی ہے کہ اس معاملے میں کورٹ

آف انکوائری کے تقرر کے حکم میں کوئی تاریخ طے نہیں کی گئی تھی جس میں رپورٹ تیار کی جانی تھی۔ لہذا، ان حالات میں ہماری رائے ہے کہ مسٹر جسٹس جمور کے لیے اخراجات کی مقدار طے کرنا کھلا تھا اور یہ ضروری نہیں تھا کہ اس مرحلے پر تشخیص کاروں کو ان کے ساتھ منسلک کیا جائے۔ اس لیے ہماری رائے ہے کہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ انکوائری کے لیے مقرر کیا گیا شخص اس معاملے میں آفیشل تھا اور 26 ستمبر 1955 کی رپورٹ میں موجود ہدایت کے مطابق اخراجات کی مقدار کا تعین نہیں کر سکا۔ اپیل کی اجازت دی جاتی ہے اور ہائی کورٹ کے حکم کو کالعدم قرار دیا جاتا ہے۔ ہائی کورٹ نے اپنے حکم میں کسی قیمت کی اجازت نہیں دی ہے؛ ان حالات میں ہم سمجھتے ہیں کہ فریقین کو اس عدالت کے اپنے اخراجات خود برداشت کرنے چاہئیں۔

اپیل کی اجازت دی گئی۔

Javeed Ahmed Geelani
I attest to the accuracy and
authenticity of this document

12.06.24